سوال نمبر2(الف) (i) **مرزا کی تنگ دلی کی وجہ:**

مرزا نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ مفلسی میں گزارا تھا جس کی وجہ سے اب جب ان کے پاس مال موجود ہے تو بھی خرچ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ان کو دارالترجمہ سے بہت کچھ یعنی وظیفہ مل جاتا تھا لیکن پھر بھی وہ کنجوس تھے۔ ان کو یہ ڈر تھا کہ نا جانے کب وہ اپنی نوکری سے نکال دیئے جائیں اور پھر غربت ان کو ~~آ دبوچے~~ گھیرے۔

سوال نمبر2(الف) (ii) **"مٹھی بند ہونا"**

مٹھی بند ہونے سے مراد کنجوس ہونا اور خرچ نہ کرنا ہے
مرزا مولوی صاحب نے زمانے کے ہاتھوں بہت ٹھوکریں کھائی اور اپنی زندگی مفلسی میں گزاری تھی اس لیے اب وہ تنگ دل ہو گئے تھے اور مال کی موجودگی کے باوجود خرچ نہیں کرتے تھے۔ ان کی کفایت شعاری نے بڑھتے بڑھتے کنجوسی کی شکل اختیار کر لی اور ان کی مٹھی بند ہو گئی یعنی وہ مال خرچ کرنے کی بجائے جمع کرنے پر زیادہ زور دیتے تھے۔

سوال نمبر2(الف) (iii) **مولوی صاحب کی طبیعت:**

مصنف مرزا صاحب کی کنجوسی اور تنگ دلی کے بارے میں لکھتے ہوئے نہیں ڈرتے کیونکہ وہ اس بات کا اظہار ان کے سامنے برملا کر چکے تھے۔ مولوی صاحب کے قلم میں جتنی روانی آتی گئی اسی قدر وہ کنجوس ہو چکے تھے اور ان کی مٹھی بند ہو گئی تھی۔ بچت کرنے کے لیے وہ ضرورت کے وقت بھی خرچ نہیں کرتے تھے

سوال نمبر 2 (الف) (iv) آمدنی اور خرچ میں تناسب:

عمر مرزا صاحب کو ہزاروں روپے گریڈ میں تھے۔ انہیں دار الترجمہ سے بہت کچھ مل جاتا تھا لیکن ان کا خرچ مصنف کے مطابق صفر سے کچھ ہی زیادہ ہوگا۔ وہ اپنے ماضی کی مفلوک الحالی کی وجہ سے اب خوشحالی میں بھی خرچ کرتے ہوئے ڈرتے تھے اس لیے ان کی آمدنی اور خرچ میں تناسب تقریباً ٪0 (فیصد) ہی ہوگا۔ یہاں مصنف نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔

سوال نمبر 2 (الف) (v) مرزا صاحب کا خوف:

مرزا صاحب کو ہر وقت مفلسی کا خوف دامنگیر رہتا تھا۔ وہ ڈرتے تھے کہ نا جانے کب انہیں ان کی نوکری سے نکال دیا جائے اور وہ پھر غربت کا شکار ہو جائیں جس کی وجہ سے وہ تنگ دل اور کنجوس ہو گئے تھے۔ اور سرمایہ کاری پر زیادہ زور دیتے تھے۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi) [illegible]

سوال نمبر2(ب) (i) **خوش قسمتی:**

شاعر نے ایک سپاہی کی زندگی کو خوش قسمتی قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ ملک وقوم کے لیے اپنی جان قربان کردے تو شہید اور جیت جائے تو غازی کہلائے گا اور قوم کو اس پر فخر ہوگا۔

سوال نمبر2(ب) (ii) **رزم گہ کی موت:**

رزم گہ سے مراد میدان جنگ ہے۔ رزم گاہ کی موت سے مراد وہ موت ہے جو ایک سپاہی کو میدان جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے پیش آئے اور وہ شہادت کے درجے پر فائز ہو جائے۔

سوال نمبر2(ب) (iii) **وطن کی خاطر جینا:**

وطن کی خاطر جینے پر ایک شخص قوم کے لیے باعث فخر ہوگا اور وہ میدان جنگ میں جیت جائے تو غازی کہلایا جائے گا۔

وطن کی خاطر مرنا:

وطن کی خاطر مرنے پر ایک شخص شہید کہلایا جائے گا اور اخروی نعمتوں کا حق دار ہو جائے گا کیونکہ شہید کو مردہ کہنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ زندہ ہوتا ہے مگر انسانوں کو اس کا شعور نہیں ہوتا۔

سوال نمبر2(ج) (i) محبوب کی خوبی:

شاعر اپنے محبوب کی پہچان لینے کی خوبی کا ذکر کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے محبوب کی آنکھوں میں شاعر کو دیکھ کر شناسائی کی چمک آجاتی تھی لیکن اب وہ بھی نہیں آتی اور محبوب شاعر سے بے رخی اختیار کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے شاعر شدید تکلیف کا شکار ہے۔

سوال نمبر2(ج) (ii) ~~شاعر کا حقہ:~~

شا

شاعر کو حیرت نہ ہونے کی وجہ:

شاعر اپنے اعمال سے خوبی واقف ہے۔

موجودہ دور میں شاعر کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس پر حیران نہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا۔ دراصل شاعر ایک حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ انسان کے جیسے ~~عمل~~ اعمال ہوتے ہیں اس کا صلہ بھی اس کو ویسے ہی ملتا ہے۔

بقول شاعر:

جاری ہے ازل سے یہی قانونِ الٰہی
اعمال بگڑتے ہیں تو آتی ہے تباہی

سوال نمبر2(د) (i) **مجاز مرسل:**

علم بیان کی رو سے مجاز مرسل سے مراد کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا ہے کہ اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہو۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں

مثال: اس نے کانوں میں انگلیاں دے دیں (کل کہہ کر جزمراد لینا)

میں پاکستان میں رہتا ہوں (کل کہہ کر جز مراد لینا)

سوال نمبر2(د) (ii) **مقطع:**

مقطع عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی "کاٹنے" کے ہیں۔ اصطلاح میں غزل کے آخری شعر کو جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے مقطع کہا جاتا ہے۔

مثال: کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب

شرم تم کو مگر نہیں آتی

کتنا ہے بدنصیب ظفر

دفن کے لیے دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1) **اقتباس کی تشریح**

اس سنگِ مرمر .... نہ مورسے پر مسلط تھا۔

سبق کا نام:

کتبہ

مصنف کا نام:

غلام عباس

مفہوم: شریف حسین سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام دیکھ کر خوش ہو رہا ہے لیکن اندر ہی اندر خوف زدہ بھی ہے کہ کہیں لوگ نہ دیکھ لیں ورنہ اس کا مذاق اڑائیں گے۔

تشریح: تشریح طلب عبارت میں مصنف نے درجہ دوم کے ایک کلرک کا ذکر کیا ہے جس کا نام شریف حسین ہے۔ یہ کلرک اپنے دل میں بہت سی خواہشات لیے ہوئے ہیں اور ان کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنے کے لیے تیار ہے۔

بقول شاعر:

مع ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان پھر بھی کم نکلے

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) اس پیراگراف میں اس دن کا ذکر کیا گیا ہے جب شریف
حسین کی گھر والے بیوی بچوں کو لے کر میکے گئی ہوئی تھی اور اس کے
پاس فارغ وقت تھا جس میں وہ اپنے بارے میں سوچ سکے۔ وہ اس
فارغ البالی میں دفتر سے واپس پر بازار چلا گیا اور وہاں اس نے ایک
سنگ مرمر کا ٹکڑا خریدا اور اس کو استعمال میں لانے کے لیے وہ ایک سنگ تراش
کے پاس گیا اور اس پر اپنا نام کندہ کرایا۔

چونکہ وہ ایک غریب آدمی تھا۔ اس نے کبھی اپنا نام اتنے روشن حروف
میں نہ دیکھا تھا اور اب جب پہلی بار ایسا موقع پیش آیا تو اس کی
خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ یہاں مصنف نے لوگوں کی فطرت کی طرف اشارہ
کیا ہے کہ ہر انسان اپنا نام اس دنیا میں بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ مرے تو امر
ہو جائے۔

بقول شاعر:

کون کہتا ہے موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر بن کر نکھر جاؤں گا۔

شریف حسین کو سنگ تراش نے وہ کتبہ اخبار میں لپیٹ کر دیا اس لیے
اس کا دل چاہا کہ اخبار اتار کر پھینک دوں اور اس نام کو دیکھتا رہوں۔
اس سے اس کے اندر محنت کر کے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا تھا۔ اور اسے اس
بات کی سمجھ آ رہی تھی کہ:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔

لیکن ایک خیال اسے اخبار ہٹانے سے روک رہا تھا اور وہ لوگوں کا ڈر تھا کیونکہ وہ
جانتا تھا کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے اور وہ ہنسیں گے۔ ارادے باندھتا ہوں، سوچتا ہوں توڑ دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1) نظمیہ جزو کی تشریح

نظم کا نام:

مناظرِ سحر

شاعر کا نام:

جوش ملیح آبادی

مفہوم:

صبح کے وقت ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی ہے کیونکہ کلیاں چٹک رہی ہیں۔ چاند کی روشنی مدہم پڑ رہی ہے اور سمندر چھلک رہا ہے۔ تاروں کی چھاؤں میں پھول مہک رہے ہیں، سبزہ جھوم رہا اور کھیت لہک رہے ہیں۔ درخت کی شاخیں گلے مل کر عید سحر کی مبارکباد دے رہی ہیں۔

تشریح:

تشریح طلب شعر میں شاعر نے صبح کے وقت کی منظر کشی ایک نہایت دلفریب انداز میں کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ صبح کا منظر اس قدر دل کو خوش کرنے والا ہے کہ ہر طرف کلیوں کے چٹک کر پھول بننے کی وجہ سے خوشبو ہی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔

بقول شاعر:

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لیے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2) شاعر کہتا ہے کہ چاند کی روشنی ہلکی ہو رہی ہے اور سمندر چھلک کر خوبصورت نغمے اور مناظر ہر طرف بکھیر رہا ہے۔ وہ پھول جو شبنم کی وجہ سے گیلے ہو گئے تھے وہ تاروں کی چھاؤں میں اتنی خوبصورتی سے مہک رہے ہیں کہ انسان ان کو دیکھ کر ایک عجیب سی فرحت اور سکون محسوس کر رہا ہے۔

بقول شاعر

ہو یہ کیسی فصل ہے، یہ کیسی چمن آرائی ہے
ہر طرف پھول مہکتے ہیں، بہار آئی ہے

شاعر صبح کی خوبصورتی کو مزید دلفریب انداز میں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صبح کا اثر صرف انسانوں اور پھولوں پر ہی نہیں بلکہ سبزوں اور کھیتوں پر بھی بڑے گہرے انداز میں ہو رہا ہے۔ سبزے جھوم رہے ہیں اور کھیت لہک رہے ہیں۔

مزید یہ کہ درختوں کی شاخیں بھی صبح کی خوبصورتی سے اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور وہ ایک دوسرے سے گلے مل رہی ہیں یعنی آپس میں ٹکرا رہی ہیں اور صبح کی وہ ٹھنڈی ~~ٹھنڈی~~ ٹھنڈی ہوا ہر کسی کو عید سحر کی خوشخبری سنا رہی ہے تو درخت کی شاخیں ایک دوسرے سے گلے مل کر ایک دوسرے کو عید مبارک کہہ رہی ہیں

پورب کا دروازہ کھلا،
ٹھنڈی ٹھنڈی چلی ہوا،
جاگو جاگو صبح ہوئی،
جاگو جاگو صبح ہوئی۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1)

غزلیہ جز و کی تشریح

غزل کا نام:

مل کے بیٹھے نہیں، خوابوں میں شراکت نہیں کی

شاعر کا نام:

ظفر اقبال

شعر:

مل کے بیٹھے نہیں، خوابوں میں شراکت نہیں کی
اور کیا رشتہ ہو تجھ سے، جو محبت نہیں کی

مفہوم:

اے میرے محبوب! ہم کبھی مل کر نہیں بیٹھے اور نہ ایک دوسرے کے خوابوں میں شریک ہوئے تو پھر ہم اس رشتہ کو محبت کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

تشریح:

یہ ایک قانون ہے کہ جب کبھی کسی سے محبت کی جاتی ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہوتی ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ کہیں دوسرے کا وجود اپنی طرف مائل کرتا ہے یا پھر اس کے اور ہمارے خواب یکساں ہوتے ہیں۔ ایک محبت اپنے محبوب کو ہر وقت اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہے اور وہ سامنے نہ بھی ہو تو وہ اس کے خیال میں ہی ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔

بقول شاعر:

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہات میں تیرا ہات نہیں
صد شکر کہ اپنی راتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2) لیکن اس شعر میں شاعر اپنی قانون کی مخالفت کر رہا ہے۔
وہ کہتا ہے کہ میں تو کبھی اپنے محبوب سے ملا ہی نہیں اور نہ کبھی
وہ میرے خوابوں میں آیا۔ تو میں اب اپنے رشتے کو کیا نام دوں؟
کیونکہ یہ محبت تو نہیں۔

شعر ۲:

نہیں پھرتے ہیں شریف آدمیوں کی صورت
دشت میں خاک اڑائی نہیں، وحشت نہیں کی

مفہوم:

شاعر اپنے محبوب کی آرزو میں دیوانہ نہیں ہوا بلکہ صبر کیا ہے۔
اس نے صحرا کی خاک نہیں چھانی اور نہ دیوانگی کا اظہار کیا۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر اپنے محبوب کو یہ بتا رہا ہے کہ اس نے محبوب
کی چاہت میں نہایت صبر سے کام لیا اور اور دیوانوں کی طرح صحرا اور
بیابانوں کا رخ نہیں کیا۔ دراصل شاعر ادھر اپنے محبوب کی عزت
کا خیال کر رہا ہے کیونکہ اگر وہ دوسرے عاشقوں کی طرح صحراؤں میں
بسیرا کرے گا تو اس کے عشق سے سب واقف ہو جائینگے اور پھر
وہ اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کے محبوب کو برا بھلا کہیں گے جو
اسے گوارا نہیں۔

بقول شاعر

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3) **تیسرا شعر:**

تو خاص ہم سے تو کوئی خفا ہی نہیں، تیرا سلوک
اور ہم نے بھی ترے ساتھ رعایت نہیں کی

مفہوم:

اے میرے محبوب تو نے تو مجھے اہمیت نہیں دی لیکن میں نے کبھی تیرا ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک نہیں کیا۔

تشریح:

یہ اردو شاعری کا قانون ہے کہ محبوب کو ہمیشہ بہت برا بتایا جاتا ہے۔ وہ اپنے عاشق صادق کی قدر نہیں کرتا اور اسے دھتکارتا رہتا ہے جس پر عاشق بے چارہ بہت برے حالات کا شکار ہو جاتا ہے لیکن شکایت کرنے کی بجائے صبر سے کام لیتا ہے۔

بقول شاعر:

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کیجیئے
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

لیکن اس شعر میں شاعر نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ اگرچہ میرے محبوب نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور مجھے اپنی بے رخی کا نشانہ بنایا تو میں نے کبھی کون سا اس کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کیا۔ شاعر بھی بہت انا پرور ہے اس نے بھی محبوب کے سامنے اپنی محبت کا اقرار نہیں کیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاعر ڈرتا ہو کہ اگر وہ اظہار کرے گا تو محبوب اس سے مزید برہم نہ ہو جائے۔

سنانے کے قابل جو تھی بات ان کو
وہی رہ گئی درمیان آتے آتے

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

ایک پرانے کوٹ کی

آپ بیتی

جی میں ایک کوٹ ہوں اور یہ میری آپ بیتی۔ آپ میری اس ظاہری حالت پر مت جائیے گا۔ میں نے بھی زندگی کے خوبصورت دن دیکھے ہیں اور اب ان کو یاد کر کے میری حالت ناساز ہے۔ کیونکہ وہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

یادِ ماضی عذاب ہے یا رب!
چھین مجھ سے حافظہ میرا

تو میں پہلے ایک بھینس کی کھال کا حصہ تھا۔ مجھے ایک کارخانہ میں لایا گیا اور وہاں ایک خوبصورت کوٹ کی شکل دی گئی۔ لیکن ہائے اللہ! اس شکل کو پانے کے لیے مجھے جن جن مراحل سے گزارنا پڑا اس کو تو بیان کرتے ہوئے بھی زبان کپکپاتی ہے۔ مجھے پہلے ایک نہایت خطرناک آلہ سے کاٹ کر حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ایک مشین میں ڈالا گیا اور اس کے بعد بھی بہت سے مراحل طے کرکے میں ایک نہایت خوبصورت کوٹ بنا۔ اپنی اس خوبصورت شکل کو دیکھنے کے بعد ہی مجھے یہ احساس ہوا کہ ہر بڑا کام قربانی مانگتا ہے۔

اس کے بعد میں کارخانے سے ایک دُکان میں لایا گیا اور وہاں ایک بڑے سے شوکیس میں ۲ دن گزارے۔ پھر ایک دن ایک نہایت خوبرو نوجوان دکان کے اندر داخل ہوا اور مجھے دیکھتے ہی اس نے مجھے خریدنے کا فیصلہ کیا اور وہ مجھے بڑی سے بڑی قیمت دے کر بھی خریدنے پر آمادہ تھا۔ اپنی اس قدر کو دیکھ کر تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ اس نے مجھے بیس ہزار روپے میں خریدا۔

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2) دن گزرتے گئے اور آخر کار وہ دن آ گیا جب اس نوجوان نے مجھے پہنا۔ وہ دن اس کی منگنی کا تھا۔ اس دن جب اس نے مجھے پہنا تو مجھے اس قدر سکون ملا کہ چلو میں کسی کے کام تو آ رہا ہوں کیونکہ:

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اس دن اس نوجوان کی دلہن نے بھی میری خوب تعریف کی اور تقریب کے دیگر افراد نے بھی میری خوبیاں بیان کرتے ہوئے تعریفوں کے پل باندھے۔

وہ نوجوان مجھے بڑے احتیاط سے استعمال کرتا تھا۔ بڑی بڑی دعوتوں میں مجھے پہن کر جاتا تھا۔ ایسی ہی ایک دعوت کا قصہ ہے جس میں اس نوجوان نے مجھے پہنا اور یاروں ایک ہلہ گلہ میں ایک سالن کا ڈونگا میرے اوپر آ گرا۔ اس نوجوان کو اس پر شدید رنج ہوا۔ اس نے فوراً پانی سے مجھے صاف کیا اور گھر لا کر مجھے واشنگ مشین کی نذر کر دیا۔ لیکن اتنی جدوجہد کے باوجود سالن کے نشانات مجھ پر جمنے میں کامیاب رہے۔

مجھ پر سب سے بڑا ظلم تو یہ ہوا کہ اس نوجوان نے تنگ آ کر مجھے اپنے چھوٹے بھائی کے حوالے کر دیا۔ وہ نٹ کھٹ لڑکا اتنا بدتمیز اور لاپروا تھا کہ کیا بتاؤں اس نے مجھے ہر قسم کی ستم ظریفی کا نشانہ بنایا۔ وہ مجھے پارک میں پہن کر جاتا، مجھ پر کیچڑ اچھالتا اور اپنے گندے ہاتھ مجھ پر مل کر صاف کرتا۔ یوں ہی دن گزرتے گئے اور میری حالت ابتر سے ابتر ہوتی چلی گئی۔ پھر وہ دن آیا کہ یہ لڑکا بھی مجھ سے بیزار ہو گیا اور اپنی والدہ سے کہا کہ "امی جان! اب یہ کوٹ میں نہیں پہنوں گا"۔ پھر کیا والدہ نے میری اس بری حالت کو دیکھ کر تبصرہ کیا کہ اب تو مجھے کوئی فقیر بھی نہ لے گا۔ مجھے اس پر شدید رنج ہوا۔ پھر اس لڑکے کی والدہ نے مجھے ایک کوڑے دان میں جا کر پھینک دیا اور اب ادھر پڑا اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہوں۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

مضمون نویسی

عنوان:

حبّ الوطنی

وطن اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر ایک شخص پیدا ہوتا ہے اور جہاں وہ اپنے والدین اور دیگر عزیز و اقارب کے ساتھ مل کر زندگی گزارتا ہے۔ وطن سے محبّت کے جذبہ کو "حبّ الوطنی" کا نام دیا گیا ہے۔ وطن سے محبّت ایک فطری عمل ہے۔

اگر ہم ایک بلّی کو بھی بوری میں بند کر کے کسی اور جگہ پر جا کر چھوڑ دیں تو ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ وہ ہم سے بھی پہلے اپنی جگہ پر واپس آ جاتی ہے۔ پھر انسان تو "اشرف المخلوقات" ہے۔ اس میں حبّ الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات میں بھی ہمیں وطن سے محبّت کا درس ملتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ کو مکّہ معظمہ سے کتنی محبّت تھی کیونکہ مکّہ معظمہ آپؐ کا وطن تھا۔ یہ تو وہاں کے لوگوں کا برا سلوک تھا جس کی وجہ سے اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا اور آپؐ کو حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ "وطن کا کانٹا بھی سنبل و ریحان سے بڑھ کر ہوتا ہے۔"

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حبّ الوطنی صرف زبانی کلامی اقرار کا نام نہیں بلکہ اگر کوئی شخص حقیقی معنوں میں محبّ الوطن کہلانے کا مستحق بننا چاہتا ہے تو اس کو کچھ تقاضے بھی پورے کرنے ہونگے جو اس کا وطن اور اس کی قوم اس سے کرتے ہیں۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2) وطن سے محبت کا سب سے پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اسے محفوظ بنائے۔ اپنے آپ کو اتنا مضبوط کریں کہ وطن کے دشمن ہمارے وطن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی کوشش نہ کریں۔ اپنی حفاظت کے لیے اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے جنگ کرنے اور جنگ کی تیاری کرنے کی تو ہمارا مذہب بھی ہمیں حکم دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"دشمن کے لیے تیار رکھو سامان جنگ اور سدھائے ہوئے گھوڑے کہ دھاک بیٹھ جائے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔"

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہمیں اپنے وطن کو محفوظ بنانے کے لیے ہر قسم کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لیے اگر ہمیں اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ جان لٹانے میں سب سے زیادہ سرفہرست نوجوانوں کو ہونا چاہیئے۔

بقول شاعر

لو اٹھا لو تیغ بے اماں وطن کے پاک نام پر
لٹا دو عمر نوجوان وطن کے پاک نام پر

وطن کو محفوظ بنانے کے بعد جو دوسرا تقاضا ہمارا وطن ہم سے کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے ذاتی مفادات کو ترک کر کے اپنے وطن کی ترقی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں تعلیم کے میدانوں میں جھنڈے گاڑنے ہوں گے۔ کیونکہ جب ہم تعلیم حاصل کریں گے تبھی مختلف شعبوں مثلاً: میڈیکل، طب، تجارت وغیرہ میں اپنے وطن کو بین الاقوامی سطح پر مضبوط کر سکیں گے۔ اور یہ ایک عام مشاہدہ بھی ہے کہ جو قومیں علم کے میدانوں میں آگے ہوتی ہیں اور حصول علم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) ہیں وہی ترقی کی بلندیوں پر پہنچی ہیں۔ یہ علم ہی تھا جس نے انسان کو فرشتوں سے بھی بلند و برتر کر دیا اور جس سے انسان کو اللہ کی نیابت کا شرف حاصل ہوا

بقول شاعر

جو پایہ علم سے پایہ بشر نے
فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایہ

مزید یہ کہ جب ہم اپنے ملک کو معاشی اور معاشرتی طور پر مضبوط کر دیں تو پھر ہم پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اس کو اخلاقی طور پر بھی منظم کریں۔ آج کل ہمارے وطن میں بے شمار سماجی برائیوں نے گھیرا کیا ہوا ہے مثلاً چوری، ڈکیتی، ضمیر فروشی وغیرہ اس سب کے بعد ہم پر یہ لازم ہوتا ہے کہ ہم جلد از جلد وطن کو ان سماجی برائیوں سے چھٹکارا دلوائیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے عدل کا قیام ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے قوموں کے زوال کا سبب یہ بتایا کہ جب اس میں کوئی طاقتور آدمی جرم کرتا ہے تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے اور جب کوئی کمزور پھنس جاتا ہے تو اسے سزا میں جکڑ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ اسی لیے اللہ بھی ہمیں انصاف کا حکم دیتا ہے تاکہ عدل کے ذریعے ہم اللہ کا قرب حاصل کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس کے علاوہ وطن سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اس میں بسنے والوں کا خیال کریں۔ جو لوگ مظلوم، کمزور اور بے بس ہیں ان کی مالی، جسمانی نیز ہر طرح سے مدد کریں اور

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4) انہیں بھی زندگی کی رنگینیوں سے روشناس کرائیں۔ خدمت خلق ایک ایسا جذبہ ہے جس سے نہ صرف وطن ترقی کرتا ہے بلکہ بہت سی اخلاقی برائیوں مثلاً گداگری، لوٹ مار وغیرہ سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ بھی اسی بستی کا ساتھ دیتے ہیں جس میں لوگ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار ہوں۔ ورنہ وہ بستی اللہ کی امداد سے محروم ہو جاتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"جس بستی میں کوئی مسکین صبح اس حال میں اٹھے کہ وہ رات بھر بھوکا رہا ہو تو اللہ پر اس بستی کی کچھ ذمہ داری نہیں رہ جاتی۔"

اس کے علاوہ وطن کا یہ بھی حق ہے کہ اس میں جو اشیاء بنیں ان کو دوسرے ممالک کی چیزوں پر ترجیح دی جائے تاکہ اس کے ذریعے وطن معاشی طور پر بحال ہو سکیں۔ یہ قوموں کا فرض ہے کہ وہ وطن کی ترقی کے لیے اخوت کے رستے میں منسلک ہو جائیں اور اس کے لیے اپنی لسانی ~~تفریق~~ سے بالاتر ہو جائے۔ ایک وطن تب ہی کامیاب ہوتا ہے جب اس کے باشندے دین حق پر قائم ہو کر اس کے لیے کام کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بلاشبہ مومن بھائی ہیں۔"

اس کو ہم عملی طور پر بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جب "مواخات مدینہ" میں انصار اور مہاجرین متحد ہو گئے تو وہ اپنے سے دس گنا بڑے لشکر پر غالب آگئے۔

آخر میں یہ بات ملحوظ رہیں کہ وطن سے محبت صرف زبان سے اقرار کرنے سے نہیں ہوتی۔ اس کے لیے ہمیں بہت محنت کرنی ہے تاکہ ہم حب الوطنی کا حق ادا کر سکیں۔ اللہ ہم سب کو وطن کے لیے کام کرنے کی توفیق دے آمین!